شام، خوں ریزی کا دوسرا نام

عبدالغفار عزیز

وہ کون سا ظلم ہے جو گذشتہ سات سال کے دوران میں بشار الاسد اور اس کے حواریوں نے نہ ڈھایا ہو۔ شام اور اس کے عوام کو اپنے نئے ہتھیاروں کی تجربہ گاہ بنالیا گیا ہے۔ صرف روس وہاں اب تک اپنے ۱۲۰ نئے ہتھیاروں کا تجربہ کر چکا ہے۔ ان تجربات کے بعد وہ اس بات پر فخر کرتا ہے کہ عالمی منڈی میں ان ہتھیاروں کی طلب میں اضافہ ہوگیا ہے۔ یہی حال امریکا اور اس کے حلیفوں کا ہے۔ شام کے ایک ایک شہر اور ایک ایک بستی کو کھنڈرات میں بدلا جاچکا ہے۔ شہید ہوجانے والے عوام کی تعداد ۸ لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ ترک صدر طیب ایردوان کے بقول یہ تعداد ۱۰ لاکھ سے زیادہ ہے۔ ایک جانب یہ سب مظالم اور دوسری جانب ملاحظہ فرمائیے کہ بے گناہ عوام پر ظلم کے پہاڑ توڑنے والا جلاد ابن جلاد، بشار الاسد اُمت مسلمہ کے حقیقی دشمن اسرائیل کے سامنے کیسے بھیگی بلی بنا ہوا ہے۔

۱۶ مارچ ۲۰۱۸ء، یعنی شامی عوام پر مظالم کے سات سال پورے ہونے کے اگلے روز، صہیونی ذرائع ابلاغ نے ایک خوف ناک انکشاف کیا۔ صہیونی حکومت نے اعلان کیا کہ شام نے اپنا ایٹمی پروگرام شروع کیا تھا۔ لیکن آج سے دس سال اور سات ماہ پہلے، یعنی ۵ ستمبر ۲۰۰۷ء کو اسرائیل کے لڑاکا طیاروں نے ان ایٹمی تنصیبات پر حملہ کر کے انھیں ملیا میٹ کر دیا۔ کسی ملک کی ایٹمی تنصیبات کو تباہ کر دینا بھلا کوئی اتنا معمولی واقعہ تھا کہ کسی کو معلوم ہی نہ ہو سکے؟ لیکن ذرا اس وقت (۵ ستمبر ۲۰۰۷ء) کو شامی حکومت کی جانب سے جاری سرکاری نیوز ایجنسی سانا کی خبر کا متن ملاحظہ کیجیے: ''گذشتہ رات مخالف فضائیہ نے ہماری فضائی حدود کی خلاف ورزی کی۔

ہماری فضائیہ نے ان کا پیچھا کرتے ہوئے انھیں واپسی پر مجبور کردیا۔ اس دوران انھوں نے اپنے ہمراہ لایا جانے والا گولہ بارود ہماری سرزمین پر پھینک دیا، لیکن اس سے کوئی جانی یا مالی نقصان نہیں ہوا''۔ جواب میں اسرائیلی حکومت نے بھی مختصر بیان جاری کیا: ''ہم ایسی خبروں اور بیانات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا کرتے''۔

یہ سارا ماجرا آخر ہے کیا؟ تقریباً پونے گیارہ سال بعد جاری ہونے والی اسرائیلی تفصیلات اس سے پردہ اُٹھاتی ہیں۔ ان کے مطابق اس پوری کارروائی کا آغاز مارچ ۲۰۰۷ء سے ہوا جب اسرائیلی خفیہ ایجنسی (موساد) کے ایجنٹ، شام کے ایٹمی راز چرانے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ انھیں یہ راز ایک یورپی ملک آسٹریا میں ایٹمی توانائی کے بارے میں منعقدہ کانفرنس میں شریک، شامی ایٹمی پروگرام کے انچارج ابراہیم عثمان کے کمپیوٹر سے اپنی پوری تفصیلات اور تصاویر کے ساتھ ملے تھے۔ اسرائیلی ذمہ داران کے بقول: ''ہمیں خدشات تو تھے لیکن ہم اپنی ناکامی کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس سے پہلے ہمیں اس پروگرام کی کوئی مصدقہ معلومات حاصل نہیں ہوسکی تھیں۔ تصدیق ہوجانے کے بعد ۱۸/اپریل ۲۰۰۷ء کو موساد کے سربراہ مائیر داگان نے امریکی حکومت کو آگاہ کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ وہ ان تنصیبات پر حملہ کرکے انھیں تباہ کردے۔ صدر جارج بش نے اپنے عسکری اور حکومتی ذمہ داران سے طویل مشاورت کے بعد جون میں ہمیں جواب دیا کہ امریکا یہ حملہ نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد ہم نے خود حملے کا منصوبہ بنایا۔ ۵ اور ۶ ستمبر کی درمیانی شب ۱۰:۳۰ بجے ہمارے آٹھ جنگی جہاز 'رامون' اور 'حطسریم' نامی دومختلف جنگی ہوائی اڈوں سے شام کی مخالف سمت میں اُڑے۔ قبرص کے قریب پہنچ کر ان جہازوں نے اچانک اپنا رُخ موڑا اور شام کی حدود میں گھس گئے۔ دیرالزور کے قریب واقع ان تنصیبات پر ۱۷ٹن بارود برساتے ہوئے یہ تسلی کرلی گئی کہ یہاں پائی جانے والی ہر چیز تباہ ہوگئی ہے۔ چار گھنٹے کی اس ساری کارروائی کے بعد رات ۲:۳۰ بجے یہ تمام جہاز بخیریت اپنے اڈوں پر واپس اُتر گئے''۔

اسرائیلی حکمرانوں کا کہنا ہے کہ ہمیں خطرہ تھا کہ اس کارروائی کے ردعمل میں شام کوئی جوابی کارروائی کرسکتا ہے۔ ہم نے فوج کو چوکنا رہنے کے احکام دیے ہوئے تھے۔ شام نے جواب دینے کے بجاے یہ ساری کارروائی وقوع پزیر ہونے ہی سے انکار کردیا تو ہمیں خوش گوار حیرت ہوئی۔

ہم نے بھی اپنی اس بڑی کامیابی کا دعویٰ کرنے اور باتصویر ثبوت نشر کرنے کے بجاے خاموش رہنے کا فیصلہ کیا۔ ہم ایسا نہ کرتے تو شامی حکومت کو اپنی ساکھ بچانے کی خاطر ہی کوئی جوابی کارروائی کرنا پڑسکتی تھی۔ اس وقت اسرائیلی وزیراعظم ایہود اولمرٹ تھا۔ تقریباً گیارہ برس کے بعد بشارالاسد کی اصل 'بہادری' سے پردہ اُٹھادیا گیا ہے تو اب اولمرٹ بھی اس کی پوری تفصیل اپنی آیندہ کتاب میں شامل کررہا ہے۔ اس کی وزیرخارجہ سیپی لیفنی نے بھی اسرائیلی ریڈیو پر تفصیلی انٹرویو دیا ہے اور اس وقت کے عسکری ذمہ داران بھی اپنے اپنے کارنامے بیان کررہے ہیں۔

اس ضمن میں اہم سوال یہ بھی ہے کہ تقریباً گیارہ سال بعد اب آخر اس پوری ہوش رُبا داستان سے پردہ اُٹھایا کیوں گیا؟ صہیونی وزیرسیکورٹی اویگدور لیبرمین کا بیان اس سوال کا جواب دے دیتا ہے: ''گیارہ سال قبل شامی ایٹمی تنصیبات کی تباہی ہمارے ہر دشمن کے لیے ایک واضح پیغام ہے، جو آج بھی اسی طرح مؤثر ہے''۔ صہیونی وزیر انٹیلی جنس یسرائیل کاٹس کا بیان زیادہ واضح ہے۔ وہ اپنی ٹویٹ (Tweet) میں کہتا ہے: ''گیارہ سال قبل شامی ایٹمی تنصیبات تباہ کرنے کا جرأت مندانہ اقدام اس بات کا واضح پیغام ہے کہ اسرائیل ایران سمیت کسی بھی ایسے ملک کو ایٹمی ہتھیار نہیں بنانے دے گا جو ہماری سلامتی کے لیے خطرہ ہے''۔ ایران ہی نہیں یہ دھمکی ہر اہم مسلمان ملک کے لیے یکساں سنگین ہے۔ متعدد بار اسرائیلی بیانات میں پاکستان کا نام بھی لیا جاچکا ہے۔ ہمارے ایٹمی دھماکوں سے پہلے کہوٹہ پر بھارت اور اسرائیل کی مشترکہ کارروائیوں کی کوششوں کی خبریں بھی تاریخ کا حصہ ہیں۔

یہ خوف ناک انکشافات، زہریلے بیانات اور تلخ حقائق درحقیقت آج کی مسلم دنیا کا مرثیہ کہہ رہے ہیں۔ سرزمین فلسطین پر قابض ناجائز ریاست پوری دیدہ دلیری سے اپنا ایک کے بعد دوسرا ہدف حاصل کرتی چلی جارہی ہے۔ دنیا کی سب بڑی طاقتوں کی مکمل سرپرستی تو پہلے ہی حاصل تھی، اب خود مسلم دنیا بھی اس کے وضع کردہ منصوبوں کی تکمیل میں جتی دکھائی دیتی ہے۔ گذشتہ ۱۲سال سے جاری غزہ کا محاصرہ مزید سنگین صورت اختیار کرتا جارہا ہے۔ فلسطینی رہنماؤں پر قاتلانہ حملوں کے ڈرامے رچا کر اس کا سارا ملبہ غزہ کے بے بس عوام پر ڈالا جارہا ہے۔ عراق اور شام میں خاک وخون کے نئے دریا بہائے جارہے ہیں۔ یمن میں باغی حوثی قبائل کے ذریعے

بھڑکائی جانے والی جنگ اب ایک قاتل دلدل کی صورت اختیار کرگئی ہے۔ مصر، لیبیا اور تیونس کے بعد ترکی کے خلاف کی جانے والی سازشیں بھی عروج پر ہیں۔ مصر سے جاری ہونے والے اس بیان نے ہر باشعور مسلمان کے دل پر آرے چلا دیے ہیں کہ ''اس وقت ہمارے اصل دشمن تین ہیں۔ نئے عثمانی حکمران (یعنی موجودہ ترک حکومت)، ایران، اور دہشت گرد تنظیمیں جن میں سرفہرست الاخوان المسلمون ہے''۔ گویا قبلہء اول پر قابض، لاکھوں فلسطینیوں کے قاتل اور مسلم دنیا کو کھلم کھلا دھمکیاں دینے والا اسرائیل اب دشمن ہی نہیں رہا۔

ایران کی پالیسیاں یقیناً تکلیف دہ ہیں۔ اسلامی انقلاب کے دعوے دار اب خطے میں شیعہ امپائر قائم کرنے کے کھلے دعوے کر رہے ہیں۔ باقی سب باتیں چھوڑ بھی دی جائیں، تب بھی بشارالاسد کے قیامت خیز جرائم میں اس کی برابر کی شرکت کسی طور نظرانداز نہیں کی جاسکتی۔ ایسے میں ایرانی سپریم لیڈر اور اصل حکمران آیۃ اللہ خامنہ ای کے دست راست علی اکبر ولایتی کا یہ بیان کہ: ''اگر ایران کی مدد اور عملاً شرکت نہ ہوتی تو بشارالاسد حکومت چند ہفتے سے زیادہ نہ نکال پاتی'' زخموں پر مزید نمک پاشی کر رہا ہے۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود یہ نتیجہ نکالنا ہرگز درست نہ ہوگا کہ مسلم ممالک اپنے اصل دشمن سے صرفِ نظر کرتے ہوئے، ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بنے رہیں۔ آج اگر اسرائیلی ذمہ داران گیارہ سال قبل کیے جانے والے اپنے جرائم اور جارحیت کو ایک کارنامے کی صورت میں بیان کرتے ہوئے مزید دھمکیاں دے رہے ہیں، تو ایران ہی نہیں سب مسلم ملکوں کی آنکھیں کھل جانا چاہییں۔ ایران اگر شامی درندے کی پشتیبانی کرتا چلا آرہا ہے تو اب بھی موقع ہے کہ وہ اس ساری پالیسی پر نظر ثانی کرے۔ آج بھی وقت ہے کہ تمام مذہبی یا علاقائی جنگوں کی آگ بجھاتے ہوئے ایران، ترکی، پاکستان اور سعودی عرب سمیت تمام اہم مسلم ممالک مل کر اپنے مستقبل کا تحفظ یقینی بنائیں۔

● **عِفرین میں ترکی کی پیش رفت:** اس ضمن میں ترکی کا کردار مؤثر ترین ہوسکتا ہے۔ ترکی اور شام کی سرحد پر واقع شہر عِفرین اور اس کے گردونواح میں چند ہفتوں کے اندر اس نے ایک بڑی کامیابی رقم کی ہے۔ صہیونی ریاست کے تحفظ اور وسیع تر اسرائیل کے قیام کے لیے برسرِ پیکار عالمی قوتیں خطے کی بندر بانٹ کے لیے جو مختلف چالیں چل رہی ہیں، ان میں سے

ایک کارڈ لسانی تعصّبات اُجاگر کرنا بھی ہے۔ عراق میں ایک آزاد ریاست کے قیام کی کوشش کے بعد، اب شام میں بھی اسی زہریلے پودے کی آب یاری کی جارہی ہے۔ عفرین اور گردونواح میں بڑی کرد آبادی پائی جاتی ہے۔ امریکی امداد سے ان کرد عناصر کو مسلح کرد تنظیموں PKK اور PYK کے گرد اکٹھا کیا جانے لگا۔ وہاں اسلحے کے انبار بھی جمع ہونے لگے اور پوری آبادی کو یرغمال بنا کر ترکی کے اندر بھی کارروائیاں کی جانے لگیں۔ ترکی نے ان تنظیموں اور ان کے عالمی سرپرستوں کو کئی بار خبردار کرنے کے بعد بشارالاسد کا ساتھ چھوڑ کر آنے والوں کی تشکیل کردہ 'آزاد شامی فوج' (Free Syrian Army) کے ساتھ مل کر ۲۰ جنوری ۲۰۱۸ء سے وہاں 'شاخ زیتون' کے نام سے بڑی فوجی کارروائی شروع کردی۔ امریکا سمیت کئی ممالک نے ترکی کی اس کارروائی کے خلاف مہمات چلائیں، لیکن اس نے انسانی جانوں کا تحفظ یقینی بناتے ہوئے اپنا کام جاری رکھا اور بالآخر ۱۸ مارچ کو عفرین کے پورے علاقے سے ان عناصر کا قلع قمع کردیا۔

اس پوری کارروائی کے نتیجے میں ترک سرحد پر مسلسل سنگین صورت اختیار کرنے والے خطرے کا ازالہ بھی ہوا۔ ساتھ ہی ساتھ دنیا کے سامنے دو بالکل مختلف کردار بھی نمایاں ہوئے۔ ایک کردار بشارالاسد اور اس کا ساتھ دینے والی روسی و ایرانی افواج کا تھا جو دسمبر ۲۰۱۶ء میں حلب میں سامنے آیا۔ حلب فتح کرتے ہوئے پورا شہر ملبے اور تباہی کے ڈھیر میں بدل دیا گیا تھا۔ بے گناہ انسان کیڑے مکوڑوں کی طرح مسل دیے گئے تھے۔ شہر 'فتح' کرنے کے بعد وہاں کے باقی ماندہ باسی بھی بے خانماں کر کے شہر سے نکال دیے گئے۔ لیکن اب عِفرین میں ترک اور آزاد شامی فوج کو کامیابی ملی تو اکا دُکا عمارتوں کے علاوہ پورا شہر صحیح سالم تھا۔ دہشت گرد عناصر نکلتے نکلتے بھی وہاں لاتعداد بارودی سرنگیں نصب کر گئے تھے۔ نتیجتاً کئی مزید عمارتیں بھی تباہ ہوگئیں، لیکن ان بارودی سرنگوں کے خاتمے کے بعد وہاں بھی لُٹے پِٹے شہریوں کی قطاریں دکھائی دیں۔ یہ قطاریں شہر سے فرار ہونے والوں کی نہیں، واپس آنے والوں کی تھیں۔ درجنوں شامی اور ترک رفاہی اداروں نے شہر کے مختلف حصوں میں پکا پکایا کھانا تقسیم کرنے کے مراکز قائم کردیے ہیں اور عوام بڑی تعداد میں واپس آکر اپنا اپنا گھر بار آباد کرنے کی کوششیں کرنے لگے ہیں۔

عِفرین میں اس ترک کارروائی نے گذشتہ کئی سال سے دہشت گردی کے خلاف جاری

امریکی جنگ کا پردہ بھی چاک کردیا۔ ایک تو اس پہلو سے کہ عفرین میں پائے جانے والے ان سب دہشت گردوں کے پاس جو جدید اسلحہ بڑی مقدار میں پکڑا گیا وہ امریکا ہی کا فراہم کردہ تھا (شاید اسی لیے ان کے خلاف کارروائی سے روکا جارہا تھا)۔ دوسرے یہ کہ ترکی نے اپنی سرحدوں کے دونوں طرف جہاں بھی فوجی کارروائی کی وہ چند روز میں دہشت گردوں کے خاتمے پر مکمل ہوئی۔ عِفرین میں ۲۰ جنوری کو کارروائی شروع ہوئی اور ۵۶ روز بعد ۱۸ مارچ کو مکمل ہوگئی۔ اہم سوال یہ سامنے آیا کہ آخر دہشت گردی کے خلاف جاری یہ امریکی جنگ کیسی ہے کہ سالہا سال جاری رہنے کے بعد بھی وہاں نہ صرف دہشت گرد اوران کی دہشت گردی باقی رہتی ہے، بلکہ اس میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے؟ ترک صدر طیب ایردوان نے ۲۵ مارچ کو یہ بیان دہرایا ہے کہ ترکی کے خلاف سازشیں بند نہ ہوئیں تو ہم عِفرین کے بعد اپنی یہ کارروائیاں ملحقہ شہر منبج اور دیگر شہروں میں بھی جاری رکھیں گے۔ یقیناً اب تک اس پالیسی نے مشکلات کے باوجود ترکی کو سرخرو کیا ہے۔ لیکن یہ کارروائیاں دودھاری تلوار ہیں۔ پہلے کی طرح اس کا مفید استعمال رہا، تو ترکی کو درپیش خطرات کا قلع قمع کرے گی۔ البتہ یہ خطرہ بھی درپیش رہے گا کہ کہیں خدانخواستہ ترکی کو بھی شام اور یمن میں جاری جنگ کی طرح کسی ایسی جنگ میں نہ اُلجھا دیا جائے کہ پھر اس سے باہر آنا سوہانِ روح بن جائے۔

● **اہلِ شام کا عزم:** ۲۰ مارچ کو استنبول میں الاخوان المسلمون شام کے سربراہ محمد حکمت ولید سے پوری صورتِ حال پر مفصل گفتگو ہوئی۔ ۷۴ سالہ ماہر امراضِ چشم ڈاکٹر محمد حکمت شام کی اس نسل سے تعلق رکھتے ہیں جو ۷۰ کی دہائی سے اسد خاندان کے مظالم کا شکار رہی۔ عِفرین میں حاصل کامیابی اور الغُوطۃ الشرقیۃ میں جاری بدترین بمباری کا تجزیہ بھی کیا گیا۔ میں نے سوال کیا کہ آخر الغوطۃ الشرقیۃ میں تباہی کی حالیہ لہر کا اصل سبب ہے کیا؟ دکھی دل سے کہنے لگے: ''بشار اوران کے حلیفوں کا کہنا ہے کہ وہاں مسلح دہشت گردوں نے پناہ لے رکھی ہے''۔ پھر بتانے لگے کہ 'الغُوطۃ' کے نام سے یہ علاقہ دمشق کے گردونواح میں واقع ہے جو مغربی اور مشرقی غوطہ کہلاتا ہے۔ صرف مشرقی علاقے میں کئی قصبے اور دیہات واقع ہیں، جن کی کل آبادی ۲۰ لاکھ کے قریب تھی۔ گذشتہ سات برس کی بمباری کی وجہ سے اب یہ تعداد چار لاکھ سے بھی کم رہ گئی ہے۔ بشار کی حالیہ بمباری جس مسلح دھڑے کے نام پر کی جارہی ہے، اس کا نام جبهة النصرة ہے جو یہاں

القاعدہ کا دوسرا نام ہے۔ اور یہ حقیقت تمام اطراف کو معلوم ہے کہ مشرقی غُوطہ میں موجود یہ گروہ صرف ۲۴۰ افراد پر مشتمل ہے۔ کوئی بھی فوج چاہتی تو بآسانی اور کسی بڑے جانی نقصان اور تباہی کے بغیر ان پر قابو پاسکتی تھی، لیکن ہر آنے والا دن یہ ثابت کررہا ہے کہ ان کا خاتمہ نہیں، اس پورے علاقے کی مکمل تباہی مقصود ہے۔ غُوطہ کا یہ علاقہ بشارالاسد کے محل سے صرف ۸ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ بشار اور ایران کے نفوذ کے علاوہ یہاں روس اور امریکا کے نفوذ کا مقابلہ بھی ہورہا ہے۔ خطے کی تقسیم اور اپنے مستقل قیام کی خاطر دونوں فریق مختلف مشکوک اور سفاک مسلح گروہوں کو بھی باقی رکھنا چاہتے ہیں اور شامی عوام پر ظلم و جبر کے پہاڑ توڑنے والے بشار الاسد کو بھی۔ بالآخر اس پوری جنگ کا ہدف اسرائیل کا تحفظ اور اس کی سرحدوں میں توسیع ہے۔ ساتھ ہی ساتھ خطے میں مسلم ملکوں کی باقی ماندہ قوت خاک میں ملاتے ہوئے، ان کے وسائل پر قبضہ کرنا ہے۔

اخوان کے سربراہ سے ملاقات کے بعد ترکی اور شام کی سرحد پر واقع مختلف مہاجر کیمپوں اور یتیم خانوں میں جانا ہوا تو پھولوں جیسے بچوں کی معصومیت نے خون کے آنسو رُلا دیے۔ ان بچوں کی جگہ اپنے بچوں کو اور ان بے سہارا خواتین کی جگہ اپنی خواتین کو رکھ کر دیکھیں، تو پتہ پانی ہونے لگتا ہے۔ لیکن معصوم بچوں کی آنکھوں میں روشن قندیلیں اُمید کی شمع روشن کرتی ہیں۔ چوتھی کلاس کے ایک طالب علم کے ساتھ بیٹھتے ہوئے میں نے پوچھا کہ آپ لوگوں پر یہ سب آزمایش کیوں آئی ہے؟ فوراً اپنے شامی لہجے میں بولا: مشان بشار، بِدّو یبرُك علی الکرسی أحرق البلد کله بس بیروح قریب هو واللی معه، بشار کی وجہ سے، وہ کسی اُونٹ کی طرح کرسی سے چمٹے رہنا چاہتا ہے۔ اس نے سارا ملک راکھ کرکے رکھ دیا ہے لیکن اسے اور جو اس کے ساتھ ہیں بہرحال یہاں سے جانا ہے۔ میرے ذہن میں بشار کے حامیوں کا نعرہ گونجا جو انھوں نے سات سال پہلے لگایا تھا کہ: الاسد الی الأبد والانحرق البلد اسد تا ابد، وگرنہ سارا ملک بھسم کردیں گے۔ اللہ عزیز وقدیر نے ان ظالموں کی رسی دراز کی ہوئی ہے، لیکن انھیں خبردار کرتے ہوئے اپنا حتمی فیصلہ بھی سنا دیا ہے کہ وَسَيَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَىَّ مُنۡقَلَبٍ يَّنۡقَلِبُوۡنَ (الشعراء۲۶:۲۲۷) ''اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب معلوم ہوجائے گا کہ وہ کس انجام سے دوچار ہوتے ہیں''۔